15

دنیا فیصلہ کر سکتی ہے کہ دہلی میں جیت ہماری ہوئی یا ہمارے دشمنوں کی؟

حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی ایک پیشگوئی اس موقع پر پوری ہوئی

(فرمودہ 21/اپریل 1944ء)

تشہد، تعوّذ اور سورۃ فاتحہ کی تلاوت کے بعد فرمایا:

"دوستوں نے اختصاراً دہلی کے جلسہ کے حالات سن لیے ہوں گے۔ مَیں اُسی کے متعلق آج کچھ بیان کرنا چاہتا ہوں۔ اِس وقت مسلمانوں کی حالت جس قدر اسلام سے دور ہے وہ خود اس بات پر شاہد ہے کہ اِس وقت اللہ تعالیٰ کی طرف سے کوئی مامور آنا چاہیے تھا۔ قرآن کریم کی ایک ایک آیت کو آج مسلمانوں نے نظر انداز کر دیا ہے۔ اس کی وہ تمام اعلیٰ درجہ کی تعلیمات جو اخلاقِ فاضلہ اور مُسَامحَت1 اور بردباری اور استقلال اور ضبطِ نفس کے متعلق ہیں انہیں انہوں نے اس طرح طاقِ نسیان پر رکھ دیا ہے کہ یوں معلوم ہوتا ہے اسلام میں ان امور کے متعلق کوئی ہدایت ہے ہی نہیں۔ حالانکہ اسلام ہی وہ مذہب ہے جس نے ان امور پر روشنی ڈالی ہے۔ جو باتیں کہ اسلام کا خاص جوہر ہیں، جن سے اسلام کی فضیلت

ظاہر ہوتی ہے انہی پر آج دشمنانِ اسلام اعتراض کرتے ہیں۔ اور اس کی وجہ یہی ہے کہ اسلام کی تعلیم اور قرآن کریم کو تدبر سے پڑھنے کی امید دشمن سے تو کی ہی نہیں جاسکتی۔ اگر اُن کو کوئی چیز اسلام کی طرف رہنمائی کر سکتی ہے تو وہ مسلمانوں کا نمونہ اور عمل ہی ہے۔ اور جب مسلمانوں کا عمل اسلامی تعلیم کے خلاف ہو وہ اسلام کی اعلیٰ تعلیم کو نظر انداز کر دیں، ان کا معاملہ، ان کی گفتگو، اُن کے طور طریقے اسلام کی تعلیم کے خلاف ہوں تو دشمنانِ اسلام تو یہ خیال کریں گے کہ اسلام کی یہی تعلیم ہے اور اِس زمانہ میں مسلمانوں کی وجہ سے ہی اسلام اور بانیٔ اسلام علیہ الصلوٰۃ والسلام کو گالیاں ملتی ہیں۔ ایک لمبے تجربہ نے بتا دیا ہے کہ مسلمانوں کا موجودہ طریقِ عمل کچھ مفید نہیں ثابت ہوا۔ اس سے خود اُن کو بھی کوئی فائدہ نہیں ہوتا۔ ان کے جوش وخروش نے اسلام کو کوئی طاقت نہیں بخشی اور ان کے غصہ نے ان کو کچھ آگے نہیں بڑھادیا اور ان کی وحشت نے دنیا میں ان کی کوئی عزت قائم نہیں کی۔ بلکہ کیا سیاسی لحاظ سے، کیا اقتصادی لحاظ سے اور کیا علومِ ظاہری و باطنی کے لحاظ سے مسلمان ایک پسپا ہونے والا ہجوم نظر آتا ہے۔ مگر افسوس کہ اس بات کو دیکھتے ہوئے بھی ان کی آنکھیں نہیں کھلتیں۔

ہم نے دہلی میں جو جلسہ کیا اُس کی غرض یہی تھی کہ جس بات کو ہم حق سمجھتے ہیں اُسے لوگوں تک پہنچائیں۔ اس میں شبہ نہیں کہ وہ لوگ اسے حق نہیں سمجھتے۔ لیکن اگر یہ اصول تسلیم کر لیا جائے کہ جو بات دوسرے کے نزدیک حق نہ ہو وہ اُسے نہ سنانی چاہیے تو پھر مکہ کے لوگوں کو باتیں سنانے کا رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو کوئی حق نہ تھا اور اہلِ مکہ کی ناشائستہ حرکات پر قرآن کریم کو کوئی اعتراض نہ کرنا چاہیے تھا۔ اور اگر یہ بات درست ہے کہ اپنے عقائد کے خلاف باتیں سننے سے اشتعال پیدا ہوتا ہے اور اس کا لحاظ کر کے کسی کے عقائد کے خلاف کوئی بات اُسے نہ سنانی چاہیے تو اس قانون کے ماتحت یہ بھی کہنا پڑے گا کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کو بھی حق نہ تھا کہ اہل عرب کو ان کے عقائد اور عادات و اطوار کے خلاف باتیں سناتے۔ مگر کوئی مسلمان یہ نہیں سمجھتا کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کو اِس کا کوئی حق نہ تھا کہ مکہ کے لوگوں کو ان کے عقائد کے خلاف باتیں سناتے۔ بلکہ اگر کوئی مسلمان ایک منٹ کے لیے بھی ایسا سمجھے تو وہ اسلام کے دائرہ سے خارج

ہو جائے گا۔ کیونکہ وہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم پر اعتراض اور آپ کے اخلاق پر حملہ کرنے والا ہو گا۔ بلکہ خود قرآن کریم پر حملہ کرنے والا ہو گا جس نے متواتر نہ صرف اہلِ مکہ بلکہ تمام یہود و نصاریٰ کے خلاف تعلیمات کو پیش کیا ہے اور اس کے نازل ہونے نیز رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی بعثت کی غرض یہی ہے۔ ہم نے تو اپنے ان جلسوں میں کسی کے عقائد کے خلاف کوئی بات نہیں کہی۔ گو ہمارا حق ہے کہ چاہیں تو کہیں۔ مگر ہمارے ان جلسوں میں دوسروں پر اعتراض کا کوئی پہلو نہیں۔ دہلی میں ہمارے جلسہ کے اعلان کے بعد کئی دن وہاں مختلف مقامات پر ایسے جلسے ہوتے رہے کہ احمدیوں کا یہ جلسہ نہ ہونے دیا جائے اور اشتہار بھی شائع کیے گئے بلکہ حکومت کو بھی توجہ دلائی گئی کہ چونکہ اس جلسہ میں ہمارے عقائد کے خلاف باتیں ہوں گی اس لیے اشتعال پیدا ہو گا۔ حالانکہ دنیا کے تمام مذاہب کا ایک دوسرے سے اختلاف ہے اور کوئی نیا فرقہ اور نئی جماعت تو قائم ہی اس وجہ سے ہوتی ہے کہ اُسے دوسروں سے اختلاف ہوتا ہے۔ مسلمان اپنے کو مسلمان کیوں کہتے ہیں؟ اِسی لیے کہ انہیں ہندوؤں، سکھوں، عیسائیوں، یہودیوں وغیرہ دیگر مذاہب کے لوگوں سے اختلاف ہے؟ اور اگر یہ اختلاف ناجائز ہے تو تمام مذاہب کو مٹا دینا ہو گا اور دنیا میں کبھی کوئی صداقت نہ پھیل سکے گی۔ بہر حال وہ لوگ پہلے سے ہی ہمارے جلسہ کے خلاف جوش پیدا کر رہے تھے اور اسے خراب کرنے کا ارادہ رکھتے تھے۔ یہ مسلمانوں کا عام طریق ہے بلکہ ہندوستان میں قریباً سب قوموں کا یہی طریق ہے۔ حتّٰی کہ کانگرس والے بھی ایسا کرتے ہیں کہ جب کوئی جلسہ ان کے خلاف ہونے والا ہو تو کثیر تعداد میں آکر سٹیج پر قبضہ کر لیتے ہیں اور اپنے زور سے جلسہ کرنے والوں کو نکال دیتے ہیں اور پھر اس بات پر فخر کرتے ہیں کہ ہم نے اپنے خلاف باتوں کو زبردستی روک دیا۔ اِسی نیت اور ارادہ سے مخالفین جلسہ میں آئے۔ اللہ تعالیٰ بھی ایسے لوگوں کے لیے کچھ سامان بہم پہنچا دیتا ہے۔ عزیزم مرزا ناصر احمد صاحب نے تلاوت قرآن کریم شروع کی تو ایک لفظ میں زیر کی جگہ زبر اُن کے منہ سے نکل گئی۔ انہوں نے قُرْاٰنَ الْفَجْرِ [2] کی بجائے قُرْاٰنِ الْفَجْرِ کہہ دیا۔ بس یہ الفاظ ان کے منہ سے نکلنے تھے کہ یہ لوگ جو منتظر ہی تھے کہ شور وغیرہ کرنے کا کوئی موقع مل سکے فوراً کھڑے ہو گئے اور شور مچانے لگے

کہ قرآن کریم غلط پڑھا جا رہا ہے۔ اس میں کوئی شبہ نہیں کہ ان کے منہ سے زبر کے بجائے زیر نکل گئی۔ مگر اس پر اتنا شور مچانے کی تو کوئی وجہ نہ تھی۔ اتنا کافی تھا کہ ان میں سے کوئی صاحب کھڑے ہوتے اور کہہ دیتے کہ قاری صاحب قرآن کے لفظ پر زیر نہیں بلکہ زبر ہے تو ہم لوگ ان کے ممنون ہوتے۔ کیونکہ قرآن کریم کے پڑھنے میں اگر کوئی غلطی کرے تو اُس کی اصلاح کر دینا ایک نیکی ہے۔ تمام عالَمِ اسلامی میں یہ طریق ہے کہ رمضان میں تراویح پڑھانے کے لیے جہاں حافظ مقرر کیے جاتے ہیں وہاں سامع بھی مقرر کیے جاتے ہیں تا اگر حافظ کوئی غلطی کر جائے تُو اس کی اصلاح کی جاسکے۔ اگر قرآن کریم پڑھنے میں یہ معمولی سی غلطی گویا قرآن کریم میں تحریف تھی تو کیا جب تراویح پڑھانے والے حفاظ کے ساتھ سامع مقرر کیے جاتے ہیں تو اس کا یہ مطلب ہوتا ہے کہ حافظ صاحبان سے یہ امید کی جاتی ہے کہ وہ قرآن کریم میں تحریف کریں گے یا اپنی طرف سے باتیں قرآن کریم میں داخل کرتے جائیں گے اور اس بات کی نگرانی کے لیے سامع مقرر کیے جاتے ہیں؟ سامع مقرر کرنے کے معنے یہ ہوتے ہیں کہ حافظ غلطی کر سکتا ہے۔ مگر کیا اس غلطی کی بناء پر شور اور فساد کرنا جائز ہے؟ ساری دنیا میں شاید ہی کوئی ایسا قاری اور حافظ ہو جو اِن تیس دنوں کی تلاوت کے دوران میں کوئی ایک بھی غلطی نہ کرے۔ لیکن اگر یہ طریق اختیار کیا جائے کہ وہاں تراویح کے لیے جاتے وقت جھولیوں میں پتھر بھر کے لے جائیں اور جہاں کسی حافظ سے کوئی غلطی ہو، بجائے اُسے توجہ دلانے کے اُس پر سنگباری شروع کر دیں تو اگلے سال دنیا میں کہیں بھی نماز تراویح نہ پڑھی جاسکے۔ غلطی ہو جانا ممکن ہے اور یہی وجہ ہے کہ خود رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے چار قاری مقرر کیے ہوئے تھے جو ایسی غلطیوں کی اصلاح کرتے رہتے تھے۔ حدیثوں میں آتا ہے کہ ایک دفعہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم قرآن مجید کی تلاوت فرما رہے تھے کہ حضرت علیؓ نے لقمہ دیا۔ نماز کے بعد آپ نے حضرت علیؓ سے فرمایا کہ یہ تمہارا کام نہ تھا۔ غلطی کی طرف توجہ دلانے کے لیے مَیں نے آدمی مقرر کیے ہوئے ہیں۔ دہلی کے مسلمانوں نے جو اصول پیش کیا اُس کی رُو سے تو چاہیے تھا کہ جب قرآن کریم کی تلاوت میں کوئی غلطی ہوتی تمام صحابہؓ نماز توڑ دیتے اور شور مچانے لگ جاتے۔ تو غلطی کا امکان انسان کے ساتھ لگا ہوا ہے اور جب کوئی غلطی

ہو جائے تو صحیح طریق یہی ہے کہ اس کی اصلاح کر دی جائے۔ ارادہ اور نیت کے ساتھ تلاوت کے وقت کوئی شخص غلطی نہیں کرتا۔ پھر دنیا میں جو قرآن چھپتے ہیں ان میں بھی زیر زبر کی غلطیاں رہ جاتی ہیں۔ دہلی میں کئی ایسے لوگ ہیں جو قرآن کریم چھاپتے ہیں۔ کیا دہلی کے یہ لوگ جنہوں نے ہمارے جلسہ میں شور کیا بتا سکتے ہیں کہ وہ ان میں سے کتنوں کے گھروں پر سنگ باری کرنے گئے اور کتنے مطابع کو توڑا پھوڑا؟ اِس بناء پر کہ ان میں چھپے ہوئے قرآن کریم میں غلطی رہ گئی تھی۔ دہلی کے ایک مطبع والوں نے قرآن کریم شائع کیا اور انہیں اُس کی صحت پر اِس قدر اعتماد تھا کہ اعلان کیا کہ اِس میں غلطی نکالنے والے کو ایک اشرفی فی غلطی انعام دیا جائے گا۔ میر مہدی حسن صاحب مرحوم بڑے مُصَحِّح تھے انہوں نے ایک درجن سے زیادہ غلطیاں نکال کر بھیج دیں۔ مگر بجائے اس کے کہ اشرفیاں دیتے یہ کہہ کر ٹال دیا کہ انعام کے لیے ایک وقت مقرر تھا اب نہیں دیا جاسکتا۔ مگر ہم نے یہ نہیں سنا کہ دہلی کے ان لوگوں نے اس مطبع والے کے گھر پر جا کر سنگباری کی ہو اور اس کے مطبع وغیرہ کو توڑ پھوڑ دیا ہو اور اس کے متعلق کہا ہو کہ اس نے قرآن کریم میں تحریف کی ہے۔ پھر جو غلطی ہوئی وہ ایسی نہ تھی جو صَرف و نحو کے اصول سے بالکل ناجائز ہوتی۔ عربی میں جوار کے لحاظ سے بھی اعراب آجاتے ہیں اور قرآن کریم میں اس کی بعض مثالیں موجود ہیں۔ پس اگر کسی قاری کے منہ سے ایسی غلطی نکل جائے تو یہ کوئی ایسی غلطی نہیں جو علمی لحاظ سے زیادہ قابلِ اعتراض ہو۔ مگر جونہی عزیزم ناصر احمد صاحب کے منہ سے یہ لفظ نکلا یہ لوگ شور مچانے لگ گئے اور کسی طرح چُپ ہونے میں نہ آتے تھے۔ آخر چند نوجوان مجبور ہو گئے کہ ان کو جلسہ گاہ سے باہر نکال دیں۔ مگر اُن کی بات سننے کی بجائے ان شور مچانے والوں نے ان پر حملہ کر دیا۔ نتیجہ یہ ہوُا کہ لڑائی شروع ہو گئی۔

دوسری چیز یہ پیدا ہوئی کہ چونکہ اللہ تعالیٰ دہلی والوں کا امتحان لینا چاہتا تھا لاؤڈ سپیکر خراب ہو گیا۔ جب ہمارے بعض نوجوان ان لوگوں کو باہر نکالنے لگے اور ان شورش پسندوں نے ان میں سے بعض کو مارنا شروع کر دیا اور ان کا جواب بھی بعض احمدیوں نے دینا شروع کر دیا تو مَیں نے کہنا شروع کیا کہ ان سے تعَرُّض نہ کرو۔ واپس آجاؤ اور اگر مار پڑے تو

برداشت کرو۔ اور مَیں حیران تھا کہ میری تاکید کے باوجود احمدی واپس کیوں نہیں آرہے۔ اِس پر ایک شخص نے بتایا کہ لاؤڈ سپیکر خراب ہوگیا ہے اور آپ کی آواز ان لوگوں تک نہیں پہنچ رہی۔ تب مَیں نے آدمی مقرر کیے کہ میری آواز کو دہراتے جائیں۔ پھر کہیں جاکر دوستوں کو میری ہدایات کا علم ہوا اور وہ واپس آئے۔ تو یہ دوسرا ذریعہ ہوگیا اِس فتنہ کو بڑھانے کا۔ اس کے بعد ان لوگوں نے نہایت ہی ناروا اور ناواجب طریق اختیار کیا اور ایسی گندی گالیاں دیں کہ جنہیں انسان برداشت نہیں کرسکتا۔ اور یہ محض اللہ تعالیٰ کا فضل اور احسان تھا کہ اُس نے احمدیوں کو ان کے برداشت کرنے کی توفیق دی۔ مَیں جب جلسہ گاہ میں داخل ہوا تو ایک آدمی سٹیج کے پاس ہی کھڑا تھا۔ مَیں جب اُس کے پاس سے گزرا تو اُس نے زور سے کہا لَعْنَتُ اللّٰهِ عَلَى الْكَاذِبِيْنَ۔ اس کا مطلب یہ تھا کہ تم کاذب ہو اور تم پر اللہ تعالیٰ کی لعنت ہو۔ مگر ایک احمدی نے زور سے کہا اٰمِیْن۔ پس ان لوگوں کا شروع سے ہی طریق اشتعال انگیز تھا۔ ہم نے پہلے جلسہ گاہ میں نماز پڑھی۔ پھر قرآن کریم کی تلاوت شروع ہوئی مگر ان سب باتوں سے بھی پہلے سے یہ لوگ آوازے کس رہے تھے۔ اس جھگڑے کے بعد ان لوگوں نے سارے شہر میں یہ اعلان کیا کہ احمدیوں نے ہم پر حملہ کر دیا ہے اور لوگوں کو وہاں چلنا چاہیے۔ نتیجہ یہ ہوا کہ چاروں طرف سے لوگ اکٹھے ہوگئے اور سات آٹھ ہزار کی تعداد میں جلسہ گاہ کے اِردگرد جمع ہوگئے۔ لاؤڈ سپیکر تو خراب ہی تھا۔ اس لیے ان لوگوں کا شور و شر جلسہ کی کارروائی کو خراب کر رہا تھا۔ پھر بھی اللہ تعالیٰ کا ایسا فضل ہوا کہ میری تقریر کے دوران میں وہ کوئی ایسی بات نہ کرسکے کہ تقریر رُک جائے۔ لیکن جب مبلغین نے تقریریں شروع کیں اور انہوں نے سمجھا کہ شاید اب ہماری تعداد اتنی زیادہ ہوگئی ہے کہ ہم حملہ کرسکتے ہیں تو انہوں نے اَور بھی زور سے نعرے لگانا اور آگے بڑھنا شروع کیا۔ پولیس نے ان کو روکا مگر وہ رُکے نہیں۔ اتنے میں مجھے پاؤں کی آوازیں زور سے آنی شروع ہوئیں اور مَیں نے کھڑے ہوکر دیکھا تو سینکڑوں لوگوں کا ایک گروہ عورتوں کی جلسہ گاہ کی طرف حملہ کرنے کے لیے بھاگا جارہا تھا۔ یہ ایک ایسی بات ہے کہ جسے کوئی شریف قوم برداشت نہیں کرسکتی۔ پولیس بھی ان کو روکنے کے لیے دوڑی۔ وہ لوگ پولیس کے پہلو بہ پہلو دوڑ رہے تھے مگر پہلے وہاں

پہنچ گئے۔ زنانہ جلسہ گاہ کے اِرد گرد دو قناتیں تھیں۔ ایک قنات کے اندر صحن تھا اور پھر آگے جاکر دوسری قنات تھی اور اس کے اندر عورتیں بیٹھی تھیں۔ اگر ایسا نہ ہوتا تو اس جلسہ کا ایسا خطرناک انجام ہوتا کہ ممکن ہے بہت زیادہ خون خرابہ ہوجاتا۔ ان لوگوں نے پہلی قنات کو پھاڑ دیا اور ِگرادیا۔ اتنے میں پولیس بھی پہنچ گئی۔ مگر معلوم ہوتا ہے کہ باہر کے پردہ کے اندر جب انہوں نے دیکھا کہ عورتیں نہیں ہیں تو غالباً یہ سمجھا کہ عورتیں یہاں سے چلی گئی ہیں اور اگلی قناتوں تک وہ نہ گئے اور اس ذریعہ سے اللہ تعالیٰ نے اس بڑے خطرے سے ہمیں بچالیا۔ ورنہ اگر عورتوں کی بے حرمتی تک نوبت پہنچتی تو پھر کوئی شریف آدمی صبر سے کام نہ لے سکتا تھا۔ اگر خدانخواستہ ایسا ہوجاتا تو دہلی وہ نظارہ دیکھتی جو اُس نے گزشتہ اسّی سال میں نہیں دیکھا۔ جب انہوں نے عورتوں پر حملہ کا ارادہ کیا تو مَیں نے حکم دیا کہ ایک سَو مضبوط نوجوان جاکر عورتوں کی جلسہ گاہ کے باہر کھڑے ہو کر پہرہ دیں۔ عورتوں کا احترام نہایت ضروری اور لَابُدِّی ہے۔ اس لیے وہی کھڑا ہو جو مرنا جانتا ہو۔ بلکہ مَیں نے یہاں تک کہا کہ اگر تم میں سے کوئی مرنا نہیں جانتا تو وہ ہرگز نہ جائے اور واپس آجائے اُس کی جگہ مَیں خود جانے کو تیار ہوں کیونکہ مَیں خدا تعالیٰ کے فضل سے مرنا جانتا ہوں۔ اُس وقت جو غیر مسلم اور غیر احمدی خواتین وہاں تھیں اُن کے رشتہ داروں نے کہلا بھیجا کہ ہمیں اپنی مستورات کی نسبت بہت گھبراہٹ ہے، خطرہ بہت ہے، کوئی انتظام کیا جائے۔ اس پر مَیں نے اُن کی تسلی کے لیے اعلان کیا کہ آپ فکر نہ کریں اپنی عورتوں سے پہلے ہم آپ کی عورتوں کی حفاظت کریں گے۔ چنانچہ وہ اِس امر کے شاہد ہیں کہ ہم نے وہ وعدہ پورا کر دیا۔ بعض غیر احمدی مستورات کے ساتھ میری بیٹیاں گئیں اور اُن کو گھر پہنچا کر پھر اپنے گھر آئیں۔

جب وہ ہجوم وہاں سے ہٹا تو پھر مختلف جہات سے سنگباری شروع ہوگئی اور وہ لوگ آگے بڑھنے لگے۔ حتّٰی کہ ایک دفعہ اتنے قریب آگئے کہ سٹیج کے پاس پتھر پڑنے لگے۔ یہ وہی موقع تھا جب میرے داماد میاں عبدالرحیم احمد صاحب کے سر پر چوٹ آئی۔ بعد میں ایکسرے سے معلوم ہوا ہے کہ اُن کے سر کی ہڈیاں تین جگہ سے ٹوٹ چکی ہیں اور حالت خطرناک ہے☆۔ اسی طرح اَور بھی بہت سے احمدی زخمی ہوئے۔ پہلے تو خیال تھا کہ زخمیوں

☆ حالت اب تک بھی خطرناک ہے۔

کی تعداد 24، 25 ہے مگر بعد میں معلوم ہؤا کہ چالیس کے قریب ہے۔ اُن میں سے بعض کی ضربات شدید ہیں۔ جیسے میاں عبدالرحیم احمد صاحب کی اور میاں فضل کریم صاحب پراچہ کی۔ ان کے ہاتھ کی ہڈیاں ٹوٹ گئی ہیں۔ چودھری مشتاق احمد صاحب باجوہ بی۔اے۔ ایل۔ ایل۔بی واقف تحریک جدید کے بھی سخت چوٹ آئی ہے اور شبہ ہے کہ ان کی آنکھ کے پاس کی ہڈی ٹوٹ گئی ہے۔ اب تک وہ سر نہیں اٹھا سکتے۔ مگر مَیں اس تمام عرصہ میں متواتر اپنے آدمیوں کو یہ نصیحت کر رہا تھا کہ اپنی جگہ پر بیٹھے رہیں، ماریں کھائیں مگر جواب نہ دیں۔ اور اللہ تعالیٰ کا شکر ہے کہ دشمن کی جو غرض تھی کہ جلسہ نہ ہو اور مَیں تقریر نہ کر سکوں وہ پوری نہ ہو سکی اور ہم نے دعا اور تقریر کے بعد جلسہ ختم کیا۔

جب خطرہ بڑھا تو ہم نے فیصلہ کیا کہ عورتوں کو یہاں سے پہرہ کے اندر محفوظ مقامات پر پہنچا دیا جائے۔ پہلے غیر مسلم اور غیر احمدی خواتین کو پہنچائیں اور پھر احمدی خواتین کو۔ اس کے لیے لاریاں منگوائی گئیں اور جس جس جگہ کو عورتوں نے اپنے لیے محفوظ سمجھا وہاں ان کو پہنچا دیا گیا۔ مثلاً سکھ عورتوں نے کہا ہمیں گوردوارہ میں پہنچا دیا جائے۔ چنانچہ ان کو گوردوارہ میں پہنچا دیا گیا۔ اور عورتوں کو محفوظ مقامات پر پہنچانے کی وجہ سے ایک لمبے عرصہ تک ہمیں جلسہ گاہ میں انتظار کرنا پڑا۔ مگر ان لوگوں کی شرافت کا یہ حال تھا کہ انہوں نے ان لاریوں پر بھی حملہ کیا جو عورتوں کو لے جا رہی تھیں۔ چنانچہ ایک گاڑی جس میں عورتیں تھیں انہوں نے اس کے آگے لاٹھیاں وغیرہ رکھ کر روک لی مگر مَیں چونکہ جانتا تھا کہ یہ لوگ ایسے اخلاق کے مالک ہیں اس لیے مَیں نے ہر لاری کے ساتھ محافظ لگانے کا حکم دیا تھا۔ جب لاری رُک گئی تو انہوں نے بے تحاشا پتھر برسانے شروع کر دیئے۔ ان حملوں میں ہی ہمارے کئی نوجوان زخمی ہوئے اور بعض تو جب واپس آئے تو سر سے پاؤں تک خون میں نہائے ہوئے تھے۔ مگر اس موقع پر بھی اللہ تعالیٰ نے دشمن کو یہ بتا دیا کہ گو احمدی صبر کرتے ہیں مگر جب ان پر خواہ مخواہ حملہ کیا جائے خصوصاً جب عورتوں کی حفاظت کا سوال ہو تو وہ ڈرتے نہیں۔ اسی سلسلہ میں ایک ہندو رئیس نے ڈاکٹر لطیف صاحب کو سنایا کہ مَیں سڑک پر جا رہا تھا کہ سامنے سے ایک لاری آتی دیکھی جس میں عورتیں تھیں۔ کئی سَو آدمیوں کا ایک ہجوم آگے

بڑھا اور لاری کو روک لیا۔ لاری کے ساتھ چند ایک نوجوان تھے۔ جب ہجوم نے لاری کو روکا تو مَیں نے خیال کیا کہ اب ان نوجوانوں کی خیر نہیں۔ ہجوم نے پتھر برسانے شروع کیے مگر میرے دیکھتے دیکھتے پانچ سات نوجوان سامنے آئے اور انہوں نے سینکڑوں لوگوں کا مقابلہ کیا۔ مَیں یہ دیکھ کر حیران تھا اور سمجھتا تھا کہ یہ نوجوان مارے جائیں گے۔ لیکن ابھی دو تین منٹ ہی نہ گزرے تھے کہ مَیں نے دیکھا وہ ہجوم بھیڑوں بکریوں کی طرح بے تحاشا بھاگا جارہا تھا اور لاری اور اس کے محافظ سائیکلسٹ آرام سے اپنی منزلِ مقصود کی طرف جارہے تھے۔ بات یہ ہے کہ ہم امن کی وجہ سے خاموش رہتے ہیں اور گورنمنٹ کا کام اپنے ہاتھ میں لینا نہیں چاہتے۔ ورنہ سچی بات تو یہ ہے کہ انبیاء کی جماعتیں جہاں صبر کرنا جانتی ہیں وہاں مرنا بھی جانتی ہیں اور جو قوم مرنے کے لیے تیار ہو اُسے کوئی نہیں مار سکتا۔ میں خدا تعالیٰ کے فضل پر بھروسہ رکھتے ہوئے کہہ سکتا ہوں کہ یہ سات آٹھ ہزار آدمی نہیں۔ اگر دہلی کے تمام لوگ بھی ہم پر حملہ کرتے تو بھی خدا تعالیٰ کے فضل سے ہم اُن کو بھگا دیتے۔ مگر ہم نے پولیس کے کام میں دخل دینا پسند نہ کیا۔ جب عورتوں کی لاریوں پر انہوں نے حملہ کیا تو وہاں احمدیوں نے مقابلہ کیا اور خدا تعالیٰ کے فضل سے چند آدمی سینکڑوں کو بھگا کر لے گئے۔ غیر مسلم اور غیر احمدی خواتین کو خطرہ کا بہت احساس تھا۔ بعض تو گھبراہٹ میں کانپنے لگیں۔ مگر اُس وقت احمدی عورتوں نے بھی بہت بہادری دکھائی اور ان کے ارد گرد قطار باندھ کر کھڑی ہو گئیں اور کہا کہ آپ گھبرائیں نہیں۔ اگر کوئی اندر آیا تو ہم مقابلہ کریں گی۔ حکومتِ ہند کے ایک سیکرٹری صاحب کی اہلیہ صاحبہ بھی جلسہ میں تھیں ان کو جب موٹر میں بٹھایا گیا تو اُن کے ایک طرف میری لڑکی بیٹھ گئی اور دوسری طرف ایک اَور غیر احمدی خاتون جو بہادر دل کی تھیں تا اگر باہر سے پتھر وغیرہ آئیں تو ان کو نہ لگیں اور اس طرح موٹر میں بٹھا کر اُن کو گھر پہنچایا گیا۔ تو اللہ کے فضل سے اِس موقع پر عورتوں نے بھی ثابت کر دیا کہ اگر موقع آجائے تو وہ جان دینے سے دریغ نہیں کرتیں۔ بہر حال رات تک یہ شور و شر ہوتا رہا۔ آخر جب عورتیں چلی گئیں تب مَیں نے افسروں سے کہلا بھیجا کہ اب ہم نے جانا ہے۔ کیا آپ لوگ ہمارے لیے رستہ بنا دیں گے یا ہم خود بنا لیں؟ انہوں نے کہا کہ ہم خود آپ لوگوں کو بحفاظت پہنچائیں گے۔

چنانچہ پولیس گارڈ ہمارے آدمیوں کے آگے پیچھے ہو کر انہیں محفوظ جگہ پر پہنچا آئی۔

مخالف خوش ہیں کہ انہوں نے شورش کی، پتھر برسائے اور گالیاں دیں۔ مگر ہم خوش ہیں کہ ہماری ایک اَور مماثلت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ پیدا ہوگئی۔ وہ اپنے نقطۂ نگاہ سے خوش ہے اور ہم اپنے نقطۂ نگاہ سے خوش ہیں۔ دشمن اس بات پر خوش ہے کہ اس نے سینکڑوں کی تعداد میں جمع ہو کر عورتوں کی موٹروں اور لاریوں پر حملے کیے۔ مگر ہم خوش ہیں کہ ہمارے چند نوجوانوں نے اپنی جانیں ہتھیلیوں پر رکھ کر نہ صرف اپنی عورتوں کی بلکہ غیر احمدی اور غیر مسلم عورتوں کی بھی حفاظت کی۔ وہ خوش ہیں کہ انہوں نے بہت شور مچایا اور ہم خوش ہیں کہ اس قسم کے ماحول کے باوجود جبکہ ہمارے چاروں طرف دشمن ہی دشمن تھے اللہ تعالیٰ نے ہمیں توفیق دی کہ ہم اپنی آواز کو آخر تک سنا سکے۔ دشمن خوش ہے کہ اس نے گندی گالیاں دیں، ماؤں اور بہنوں کی فحش اور گندی گالیاں دیں اور ہم خوش ہیں کہ ہمیں خدا تعالیٰ کی خاطر ایسی گالیاں سننی پڑیں۔ وہ خوش ہیں اس لیے کہ اپنے اخلاق کے مطابق انہیں کامیابی ہوئی اور ہم خوش ہیں کہ اپنے اخلاق کا مظاہرہ کرنے میں ہم کامیاب ہوئے۔ وہ اس پر خوش ہیں کہ انہوں نے خدا تعالیٰ کی آواز کو دبانے کی کوشش کی۔ مگر ہم اس پر خوش ہیں کہ باوجود اِس قدر مخالف حالات کے ہم خدا تعالیٰ کی آواز پہنچانے میں کامیاب ہوئے۔ وہ اس پر خوش ہیں کہ وہ یہ مال و دولت لے کر گھروں کو لَوٹے کہ انہوں نے گندی گالیاں دیں، پتھر مارے اور عورتوں پر حملے کیے۔ مگر ہم خوش ہیں کہ خدا تعالیٰ کا پیغام ہم پہنچا سکے اور اپنی عزت، آبرو اور جان قربان کر کے اللہ تعالیٰ کی مشیّت کو پورا کرنے میں کامیاب ہوئے۔ اور اِس طرح وہ غلاظت کی پوٹلیاں لے کر اپنے گھروں کو گئے اور ہم خدا تعالیٰ کا نور اور اس کی رضا کو لے کر گھروں کو لَوٹے اور اب دنیا خود فیصلہ کر سکتی ہے کہ جیت ہماری ہوئی یا ہمارے دشمنوں کی؟ اگر یہ صحیح ہے کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے ان کی امت کے اعمال پیش ہوتے رہتے ہیں تو کوئی ایک مسلمان بھی ہے جو اپنے دل پر ہاتھ رکھ کر کہہ سکے کہ وہ گندی اور فحش گالیاں جو اِن لوگوں نے دہلی میں ہمیں دی ہیں جب رسول کریم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے سامنے پیش کی جائیں گی تو آپ کا دل خوش ہو گا یا اس بات پر کڑھے گا کہ آپ کی

امت کہلانے والوں کے اخلاق ایسے گر چکے ہیں۔ بلکہ محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات تو بہت اعلیٰ وارفع ہے مَیں کہتا ہوں اگر یہی گالیاں جو انہوں نے ہم کو دیں اِن لوگوں کی ماؤں کے سامنے دہرائی جائیں تو کیا ان کے دلوں کو خوشی ہوگی؟ اگر نہیں اور یقیناً نہیں تو کیا تم لوگ سمجھتے ہو کہ محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کی روح ان کی گالیوں کو سن کر خوش ہوتی ہوگی؟ محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی امت کہلانا اَور بات ہے مگر ایسے کام کرنا جن سے آپ کی روح خوش ہو اَور بات ہے۔ مَیں سمجھتا ہوں اللہ تعالیٰ فرشتوں کو حکم دے گا کہ یہ گالیاں محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے کانوں میں نہ پڑنے پائیں تا آپ کے دل سے ان لوگوں کے لیے لعنت نہ نکالے اور آپ کو ملال نہ ہو کہ میری امت اِس قدر گر گئی اور گمراہی میں مبتلا ہے۔ ہم اس لیے بھی خوش ہیں کہ اس شورش اور اس مخالفت کا کوئی بھی وجود نہ تھا کہ اللہ تعالیٰ نے ہمارے لیے راحت اور ایمان میں ترقی کا سامان مہیا فرما دیا تھا۔

حضرت مسیح موعود علیہ السلام فرماتے ہیں کہ "رؤیا میں دیکھا کہ دہلی گئے ہیں اور بخیریت واپس آئے ہیں"۔ پھر الہاماً یہ الفاظ زبان پر جاری ہوئے اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ الَّذِیْ اَوْصَلَنِیْ صَحِیْحًا۔3 یعنی اللہ تعالیٰ کا شکر ہے کہ جو فساد اور دشمن کے حملے سے صحیح وسالم بچا کر واپس لے آیا۔ اس الہام کے بعد حضرت مسیح موعود علیہ السلام دہلی تشریف لے ہی نہیں گئے۔ آخری سفر جو آپ نے دہلی کی طرف کیا وہ 1905ء کا ہے۔ تو یہ ایک پیشگوئی تھی جس کا مطلب یہ تھا کہ آپ کا مثیل دہلی جائے گا۔ لوگ اُس پر پتھراؤ کریں گے۔ یہ جو سنگ باری کی گئی یہ دراصل مجھ پر تھی جسے خدا تعالیٰ نے حضرت مسیح موعود علیہ والسلام کی مسند پر بٹھایا ہے۔ مگر اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ وہ آپ کو یعنی آپ کے مظہر کو صحیح وسالم واپس قادیان لے آئے گا۔ پس جو کچھ ہؤا اس میں اِس لحاظ سے بھی ہماری فتح اور کامیابی ہے۔ سلسلہ کی صداقت کا ایک ثبوت ہے اور حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے مامور مِنَ اللہ اور خدا تعالیٰ کا پیارا ہونے کا ایک ثبوت ہے۔ ہر پتھر جو وہ لوگ ہم پر مار رہے تھے وہ اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ الَّذِیْ اَوْصَلَنِیْ صَحِیْحًا کی صداقت کی گواہی دے رہا تھا اور ہر پتھر شاہد تھا اِس امر کا کہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام اللہ تعالیٰ کی طرف سے تھے اور خدا تعالیٰ آپ سے ہم کلام ہوتا تھا۔ یہ جو کہا گیا کہ

مجھے صحیح و سالم واپس پہنچا دیا۔ اس کا مطلب یہ ہے کہ بعض دوسروں کو نقصان پہنچے گا۔ مگر ان لوگوں کی اصل غرض تو مجھے نقصان پہنچانا تھی۔ لیکن جہاں سیالکوٹ کے پتھراؤ میں تین پتھر مجھے بھی آ لگے تھے۔ وہاں دہلی میں خدا تعالیٰ کے فضل سے مجھے ایک بھی نہیں لگا۔ غرض یہ ایک پیشگوئی تھی جس میں بتایا گیا تھا کہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام کا ایک مثیل دہلی جائے گا اور دشمن اُس کو ضرر پہنچانے کی پوری کوشش کریں گے لیکن اللہ تعالیٰ اُسے بخیر و عافیت قادیان پہنچا دے گا۔ اور یہ پیشگوئی قریباً 37 سال کے بعد خدا تعالیٰ کے فضل سے پوری ہوئی۔ ہر انصاف پسند کو سوچنا چاہیے کہ کیا 37 سال قبل ایسی بات بیان کر دینا جو اپنے وقت پر صحیح ثابت ہو کسی انسان کی طاقت میں ہے؟ یہ ان لوگوں کے لیے بھی قابلِ غور بات ہے جو پیغامی کہلاتے ہیں۔ وہ بتائیں کہ اِس پیشگوئی کے مطابق کون ہے جو دہلی گیا؟ مخالفین نے اسے ضرر پہنچانے کی پوری کوشش کی اور اللہ تعالیٰ اُسے صحیح و سالم واپس قادیان لے آیا۔ یہ لوگ تو اب قادیان آتے ہی نہیں بلکہ بہشتی مقبرہ کے لیے جو وصیتیں کر رکھی تھیں وہ بھی منسوخ کرا لیں۔ ان میں سے اگر کوئی قادیان آئے تو اس کی نگرانی کرتے ہیں مگر حضرت مسیح موعود علیہ السلام فرماتے ہیں دیکھا کہ دہلی گئے اور خیریت سے واپس آئے ہیں اور یہ رؤیا بتاتا ہے کہ قادیان میں ہی ایسے لوگ پیدا ہوں گے جو حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے مثیل ہوں گے اور جن کا دہلی جانا اور بہ سلامت واپس پہنچنا خود حضرت مسیح موعود علیہ السلام کا جانا اور صحیح و سالم واپس پہنچنا ہو گا۔

پھر رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے اَلْمُؤْمِنُ يَرٰى اَوْ يُرٰى لَهٗ۔**4** جس روز میں نے دہلی جانا تھا اُسی روز یا اُس سے ایک روز قبل خلیفہ صلاح الدین صاحب کا خط مجھے دہلی سے ملا کہ میں نے خواب دیکھا ہے کہ قادیان سے خبر آئی ہے کہ خلیفۃ المسیح نگینہ سے بخیریت واپس قادیان پہنچ گئے ہیں۔ نگینہ انگوٹھی کے مرکز میں ہوتا ہے اور دہلی ہندوستان کا مرکزی شہر ہے۔ دہلی کو ہندوستان میں وہی حیثیت حاصل ہے جو نگینہ کو انگوٹھی میں۔ گویا اِس خواب میں بتا دیا گیا کہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے جو رؤیا 13 جنوری 1906ء کو دیکھا تھا وہ اِسی سفر کے متعلق تھا۔ وہی بات جو حضرت مسیح موعود علیہ السلام کو 37 سال

قبل دکھائی گئی تھی جلسہ سے چند روز قبل آپ کے ایک مرید کو دکھائی گئی۔ یہ گویا ایک اشارہ تھا اِس امر کی طرف کہ اس پیشگوئی کے پورا ہونے کا وقت آگیا ہے۔ تو ہمارے لیے ہر حال میں خوشی ہی خوشی ہے۔

ہر بلا کیں قوم را حق دادہ اند
زیر آں گنج کرم بنہادہ اند

اسی طرح اس فساد کے ذریعہ سے میرا ایک الہام بھی پورا ہوا جو دہلی کے جلسے سے چند دن پہلے ہوا تھا جو یہ ہے یَدُ اللّٰہِ فَوْقَ اَیْدِیْھِمْ خدا کا ہاتھ ان کے ہاتھوں کے اوپر۔ اس الہام میں خبر دی گئی تھی کہ جلسہ کے فساد کے موقع پر چند احمدی سینکڑوں پر بھاری ثابت ہوں گے اور ہر جگہ ان کو فتح نصیب ہوگی۔ کیونکہ جہاں ان کو لڑنا پڑے گا وہاں خدا تعالیٰ کا ہاتھ ان کی مدد کے لیے ان کے ساتھ اٹھے گا۔ چنانچہ جلسہ پر جن لوگوں نے یہ نظارہ دیکھا کہ کس طرح ضرورت کے موقع پر جب احمدی آگے بڑھتے تھے تو آٹھ دس کے مقابل پر سینکڑوں دہلی والے جن میں پٹھان طالب علم بھی شامل تھے سر پر پاؤں رکھ کر بھاگے جاتے تھے۔ یہ اِسی وجہ سے تھا کہ نوجوانوں کے ہاتھ پر خدا کا ہاتھ تھا۔ فَالْحَمْدُ لِلّٰہِ عَلٰی ذٰلِکَ۔

ہم پر تو اِن پتھروں کا پڑنا بھی خدا تعالیٰ کی ہستی کا ثبوت ہے۔ سلسلہ کی صداقت اور ایمان کی زیادتی کا موجب ہے۔ مگر اِس میں ہماری جماعت کے لیے ایک سبق ہے۔ یہ خرابیاں جو مسلمانوں میں آج نظر آتی ہیں اِن کے ازالہ اور علاج کی یہی صورت ہے کہ احمدیت کو زیادہ سے زیادہ پھیلایا جائے۔ اِس کے سوا اِس گندی حالت کو بدلنے کی کوئی صورت نہیں۔ ہر ایسی حرکت ہمارے لیے ایک حجت ہے کہ ہم نے اپنے فرض کی ادائیگی میں کوتاہی اور غفلت سے کام لیا ہے۔ اگر ہم دہلی والوں تک اسلام کی تعلیم اور احمدیت کی روشنی کو پھیلاتے تو پھر آج وہاں کے لوگ پتھر نہ مارتے بلکہ درود بھیجنے والے ہوتے۔ اِس لیے دوستوں کو چاہیے کہ پہلے سے بھی زیادہ شدت کے ساتھ احمدیت کی تبلیغ میں لگ جائیں۔ مَیں لاہور کی جماعت کو تبلیغ کی طرف توجہ دلا کر آیا تھا اور وہاں تھوڑے ہی عرصہ میں کئی لوگوں نے بیعت کی ہے حالانکہ ابھی پورے طور پر

اور باقاعدہ کام شروع نہیں کیا گیا۔ اگر تمام دوست پوری کوشش سے کام کریں تو اللہ تعالیٰ کے فضل سے سال دو سال میں ہی تغیرِ عظیم پیدا ہو سکتا ہے اور حالات سُدھر سکتے ہیں۔ پس دوستوں کو چاہیے کہ قریب ترین عرصہ میں احمدیت کو پھیلانے میں اپنی ساری توجہات کو لگا دیں۔ اگر وہ ایسا کریں تو یقیناً اللہ تعالیٰ ان کے کام میں سہولت پیدا کر دے گا۔ یہ کام خدا تعالیٰ کا ہے اور جب ہم اسے کرنے لگیں گے تو خدا تعالیٰ کی غیرت خود بخود جوش میں آئے گی کہ میرے بندے میرا کام کر رہے ہیں۔ تب فرشتے آسمان سے اُتریں گے اور اِس کام کو ہاتھ میں لے لیں گے اور تھوڑی سی کوشش سے شاندار نتائج پیدا ہوں گے۔ مَیں نے دوستوں کو بار بار اِس طرف توجہ دلائی ہے مگر ابھی انہیں پوری طرح اِس کا احساس نہیں ہوا اور جماعت نے مجموعی حیثیت سے کوئی کوشش نہیں کی۔ آج میں زیادہ نہیں بول سکتا۔ کیونکہ دہلی سے واپسی پر رستہ میں مجھ پر انفلوانزا کا حملہ ہوا اور اسہال ہوتے رہے اس لیے مشکل سے بول رہا ہوں۔ اور پھر اس مضمون پر میں اِتنی دفعہ بول چکا ہوں، اِتنی دفعہ توجہ دلا چکا ہوں کہ زیادہ بولنے کی ضرورت نہیں اور قرآن کریم میں یہ مضمون بڑی وضاحت سے بیان ہو چکا ہے۔ پس اپنی کوششوں کو تیز کریں۔ خدا تعالیٰ چاہتا ہے کہ اُس کے بندے اُس کی طرف واپس آئیں۔ آپ لوگوں نے اقرار کیا ہے کہ "دین کو دنیا پر مقدم کریں گے"۔ اِس لیے سُستیاں ترک کر دیں اور رات دن اِس کام میں لگ جائیں۔ اپنی جان اور اپنے اموال اِس کام میں لگا دیں تا خدا تعالیٰ کا نور جلد سے جلد دنیا میں پھیلے۔ اٰمین"۔

(الفضل 3 مئی 1944ء)

1: مُسَامحَت: چشم پوشی کرنا۔ کسی سے نرمی کا برتاؤ کرنا

2: بنی اسرائیل:79

3: تذکرہ صفحہ 581۔ ایڈیشن چہارم

4: ترمذی کِتَاب الرُّؤیَا۔ بَاب قَوْلِهٖ لَهُمُ الْبُشْرٰی فِی الْحَیٰوةِ الدُّنْیَا میں یہ الفاظ ہیں: الرُّؤْیَا الصَّالِحَةُ یَرَاھَا الْمُؤْمِنُ أَوْ تُرٰی لَهٗ۔